قسط ۴

ضرورتِ وحی

قرآنی علوم و معارف — ضبط و ترتیب۔ ادارۃ الحق

از افادات حضرت محقق العصر علامہ شمس الحق افغانی مدظلہ
شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور

۶۔ دلیلِ بقائی

انسان کی فطرت میں دو چیزیں ہیں۔ ۱۔ حب البقا ۲۔ بغض الفناء۔ اب اس میں ایک اور مقدمہ کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ انسانی زندگی سے دو چیزیں وابستہ ہیں ایک راحت اور دوسرا الم جسے اصطلاح اردو میں سکھ یا دکھ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ دونوں حیات بشری کے اجزاء ہیں۔ اور کوئی انسانی زندگی ان سے خالی نہیں۔ ہر راحت کے ساتھ الم کا ہونا ضروری ہے۔ راحت وجود کا نام اور الم عدم کا نام ہے۔ گویا سکھ وجود ہے اور دکھ عدم یا بالفاظ دیگر راحت بقا ہے۔ اور الم فنا ہے۔ اس دلیل کی تشریح یہ ہے کہ دیکھئے غنا اور تونگری میں راحت ہے اور افلاس یا تنگدستی میں الم یا دکھ ہے تو غنا وجود اعمال کا نام ہوا اور افلاس عدم اعمال کا ــــ "عدم" شر و الم کا منبع ہے۔ اور "وجود" رحمت و راحت کا سرچشمہ۔ دوسری مثال یہ ہو سکتی ہے کہ صحت راحت ہے اور مرض الم ہے صحت میں وجدان الاعتدال یعنی اعتدال کا پایا جانا ہے۔ خواہ یہ اعتدال عناصر کا ہو یا اعتدال اعضاء مثلاً ایک آدمی کو تلوار لگ جائے تو اسکو درد ہوتا ہے۔ کسی کے گھوڑے سے گرنے سے ہڈی ٹوٹ جاتی ہے تو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ پہلے راحت موجود تھی اور راحت کی حالت میں وجدان اتصال ہوتا ہے۔ اور چوٹ وغیرہ لگ جانے سے اعضاء کا اتصال ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے تکلیف محسوس ہوتی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ شر و الم کا سرچشمہ عدم ہے۔ اور خیر و راحت کا سرچشمہ وجود ہے۔ اور فطرت انسانی میں یہ بات داخل ہے کہ وہ بقا سے محبت اور فنا سے بغض رکھتا ہے۔ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ میری صحت باقی رہے عزت و جاہ باقی رہے۔ یعنی بقائے ذات اور متعلقات ذات کی تمنا انسان کا

خاصہ ہے۔

صوفیا کے ہاں جو بقا اور فنا ہے۔ یہ ان کی اپنی اصطلاح ہے۔ ان کی فنا کے دو معنی ہیں :-----

۱۔ فناء رزائل ۲۔ فناء علمی ۔

فنا رزائل کا مطلب یہ ہے۔ کہ اخلاق مذمومہ حسد کینہ ریا بغض وغیرہ جو روح کے لئے گندگی کا باعث ہیں، اُن کا ازالہ کیا جائے اس ازالہ کو صوفیا " فناء " کہتے ہیں۔ یہ فنا وجودیہ ہے۔ ان رذائل کو ہٹانے کے بعد قلب کی تطہیر ہوتی ہے، جسے قرآن مجید میں تزکیہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

فنا علمی کا مطلب یہ ہے کہ اذکار و اشغال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے تعلق قوی اور مستحکم ہو۔ اور ذکر حق کے غلبہ سے اپنے آپ کو مٹا دے۔ مثلاً ایک محبوب یا بزرگ کہیں تشریف لاتے ہیں، تو اُن کے مشاہدہ میں بسا اوقات اتنا استغراق ہوجاتا ہے کہ اپنے کپڑوں وغیرہ کی صفائی کا خیال بھی نہیں رہتا۔ امام غزالیؒ نے اسکی دوسری مثال اپنی کتب میں یوں بیان کی ہے۔ کہ شطرنج کے کھلاڑی پر کھانے پینے کا وقت گزر جاتا ہے۔ اور اسے بھوک کا احساس تک نہیں ہوتا۔ اصل وجہ یہ ہے کہ تصور اکل (کھانے کا خیال) تصور فتح کی وجہ سے مغلوب ہوگیا۔ یعنی اس خیال سے کہ ابھی جیت ہوتی ہے۔ ذرا اور کھیل کو چلاؤں اس تصور سے بھوک کا احساس بھی ختم ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اشغال و اذکار کی وجہ سے ذات و وجود منہدم ہوجاتی ہے۔ پہلی صورت یعنی فنائی رزائل میں اخلاق رذیلہ کا زوال ہوتا ہے۔ اور دوسری صورت یعنی فناء علمی میں نفس بھی باقی رہتا ہے اور اس کے متعلقات بھی۔ اب یہاں ایک سوال یہ ہے کہ یہ تمنا صحیح ہے یا غلط ایسا دوام و استمرار ممکن ہو بھی سکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ تمنا غلط نہیں ہوسکتی کیونکہ غلط چیز کی تمنا عمومی طور پہ نہیں ہوسکتی تو معلوم ہوا کہ دوام وجود ناممکن اور محال نہیں ورنہ تمام لوگوں کا اس تمنا سے تعلق نہ ہوتا کیونکہ ناممکن سے تو طبعاً و فطرتاً تعلق ہو نہیں سکتا۔

تغیّر اور فنا سے محفوظ رہنے کا مصالحہ وحی الٰہی ہے

اب جب کہ طے ہوا کہ یہ تمنائی دوام وجود و بقا صحیح ہے۔ تو اس کے حصول کی کیا صورت ہوگی۔ انسان تو متغیر ہے۔ اور بقا عدم تغیر کا نام ہے۔ اسی سے واضح ہوا کہ زندگی کا ایک ایسا دور ہونا چاہیئے کہ انسان اس میں فنا اور تغیر سے محفوظ ہو یہ دنیا تو تغیر اور فنا کا نام ہے۔ لہٰذا یہ جگہ تو بقا کی ہو نہیں سکتی۔ مسلمانوں کے نزدیک دوسری جگہ جہاں فنا اور تغیر نہ ہو صرف دارآخرت و عقبیٰ ہے تو خلودی اور ابدی جگہ صرف آخرت ہے۔ یہ تمنا اور بقاء و استمرار نعمت جو تمام انسانوں کی مشترک تمنا ہے۔ یہاں دنیا کے اس تنگ ظرف میں اس کا سمانا ممکن ہی نہیں بجز اس کے کہ وہ

آخرت کے وسیع ظرف میں ہو لیکن سوال یہ ہے کہ تمنائے بقاء میں کامیابی کے وسائل کیا ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ تغیرات کو روکنے کیلئے مختلف چیزیں استعمال کی جاتی ہیں۔ مثلاً مکران اور کراچی میں مچھلیوں کو پکڑ کر خشک کرنے کا کارخانہ ہے۔ ان مچھلیوں کو چیر کر ان پر نمک چھڑکا جاتا ہے اور بازار میں فروخت کیلئے آجاتی ہیں۔ یا غیر ممالک جاپان وغیرہ کو برآمد کی جاتی ہیں یعنی نمک وغیرہ کے بعد یہ مچھلی تغیر سے محفوظ ہو جاتی ہے۔ اور برسوں تک گلنے سڑنے سے محفوظ رہتی ہے۔ مصر کے آثار قدیمہ کی کھدائی کے سلسلہ میں ایک سیب برآمد ہوا جس پر اس زمانے کا کوئی خط لکھا ہوا تھا۔ ماہرین السنہ نے اس خط کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ یہ سیب تین ہزار سال قبل کا ہے لیکن صورتاً یوں معلوم ہوتا تھا کہ ابھی درخت سے توڑا گیا ہو۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ تین ہزار سال قبل بھی انسان اس قدر ترقی یافتہ تھا کہ مصالحہ کو سیب پر ملنے سے تین ہزار سال تک اس کی بقا ممکن ہو گئی۔ اس رسم کو مصری ممیّ کہتے ہیں۔ اور یہ معاملہ وہ لاشوں کے ساتھ بھی کرتے تھے۔ یہ انسان کی ایجاد ہے کہ جو عالم تغیّر میں ایسی دوام بخش دوائیں تیار کر سکتا ہے۔ جو وقت مقررہ تک کسی چیز کو دوام بخش سکتے ہیں۔ ؎

فنا را بادہ ہر جبہ عام کردند   چہ بیدردانہ او را عام کردند
تماشہ گاہ مرگِ ناگہاں را   جہاں ماہ و انجم نام کردند

عالم تغیّر کی مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔ کہ عالم تغیّر کی چیز ملنے سے یہ اثر استمرار اور بقائے موقت حاصل ہوتی ہے۔ اب سوال یہ رہا کہ انسان کی اس تمنا کو مکمل کرنے کیلئے کہ فنا کی جگہ بقا اور استمرار ابدیت ہو اس جنے مصالحہ کی ہوتی ابدی چیزیں صرف دو ہیں۔ ایک ذات باری تعالیٰ دوسری صفات باری تعالیٰ۔ لہٰذا انسان کے اس فطرتی آغاز کا تقاضا یہ ہے کہ ذات ابدی کے اوصاف میں سے کسی ایک وصف کے ساتھ تعلق پیدا ہو جائے تاکہ وہ مصالحہ مل جائے جو انسان کے جسم کے ساتھ اور روح کیساتھ مل کر اسے دوام بخشے اس مصالحہ کا ربط مؤمن کے ساتھ اعتقادی اور کافر کیساتھ انکاری ہے۔ لہٰذا بوجہ اعتقاد جنّت ہو گی اور بوجہ انکار جہنم ہو گی ——— شرح مواقف سے معلوم ہوتا ہے کہ خود قرآن کے الفاظ قدیم ہیں اور اس کا تلفظ حادث ہے۔ حاکمؒ نے نقل کیا ہے سُئل محمد بن اسمٰعیلؒ عن القرآن فقال لفظی بالقرآن حادث۔ یعنی میرا تلفظ لسانی حادث ہے الفاظ قرآن قدیم ہیں اور یہ کلام لفظی کلام نفسی کا مظہر ہے۔ لیکن بواسطہ ان الفاظ کے مصالحہ منتقل ہوتا ہے۔ جیسے انجکشن آج کے دور میں بطور واسطہ دوائی پہنچانے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وحی الٰہی ایسی صفت کا نام ہے کہ اس کا لفظ زبان کیساتھ یعنی روح کیساتھ اور اعمال بدن کیساتھ ملتا ہے اور مضامین کے تصورات عقل سے چلتے ہیں۔ گویا ایک پورا مصالحہ روح اور جسم کیساتھ متعلق ہو جاتا ہے اسلئے ابدیت اور استمرار ناممکن اور محال نہیں لیکن اعتراض یہ ہوتا ہے کہ پھر موت کیوں واقع ہوتی ہے تو جواب یہ ہے کہ ہر تعمیر کیلئے تخریب ضروری ہے اور وجودِ ابدی کی تعمیر کیلئے وجود فانی کی تخریب لازمی ہے موت تو اس ابدیت اور فنا کے درمیان واسطہ ہے۔ (مسلسل)